# غلام عباس کے افسانوں میں تعلیمی شعور کا اظہار

محمد ظفر اقبال
وحیدالرحمن خان

## Abstract:

Ghulam Abbas is a renowned urdu short story writer. He is also a novelist, dramatist and translator. He has also written poems for children. He has elaborated different issues of social life in his short stories. He has also described the educational wisdom in his short stories. Education is such an activity that develops the personality, character, abilities and thoughts of a man. GhulamAbbas has reflected very effectively the educational issues in his short stories. This article tries to cover educational issues and problems which are presented in his short stories.

اُردو افسانہ نئے رجحانات، جہات اور موضوعات کو بیان کرنے کی بہترین قوت رکھتا ہے۔ جدید افسانہ فرد کی انفرادی حیثیت کو فوقیت دیتا ہے۔ جدید اُردو افسانہ جہاں معاشرتی، ثقافتی، تہذیبی، اقتصادی، نفسیاتی اور عصری زاویوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہاں تعلیمی بصیرت کا بھی بھرپور اظہار کرتا ہے۔ تعلیم وہ عمل ہے جو فرد کی خوابیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھا کر اُس کی شخصیت اور کردار کی تکمیل و تشکیل کرتا ہے اور ایک بہترین انسان کے طور پر معاشرتی زندگی بسر کرنے کے قابل بناتا ہے۔ پروفیسر خورشید احمد تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''تعلیم ایک ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے سے ایک فرد اور ایک قوم خود ا؟ گہی حاصل کرتی ہے، اور یہ عمل اس قوم کو تشکیل دینے والے افراد کے احساس و شعور کو نکھارنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ یہ نئی نسل کی وہ تعلیم و تربیت ہے، جو اسے زندگی گزارنے کے طریقوں کا شعور دیتی ہے اور اس میں زندگی کے مقاصد و فرائض کا احساس پیدا کرتی ہے۔''(۱)

غلام عباس کا شمار اُردو کے چند معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں معنی خیز انداز میں اپنے دور کے مخصوص موضوعات سے ہٹ کر زندگی کے تلخ حقائق کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے کم و بیش زندگی کے تمام موضوعات خاص طور پر ظاہر و باطن اور معاشرتی تضادات کو خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ ان کے اُردو افسانے تعلیمی دانش، تعلیمی ماحول اور تعلیمی مسائل کا بھی مو؟ ثر طور پر اظہار کرتے ہیں۔

افسانہ ''کتبہ'' پیشہ وارانہ (دفتری) اور عمومی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔اس افسانے میں مصنف نے وسائل اور آمدنی کم ہونے کے باوجود حصولِ تعلیم کے رجحان کو واضح کیا ہے۔ نیز تعلیم ہی روزگار کا بہتر ذریعہ ہے۔ اس افسانے میں شریف حسین درجہ دوم کا کلرک ہے۔شریف حسین کے علاوہ دفاتر میں دیگر چھوٹے بڑے کلرک بھی کام کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں اسکول سے نکلے ہوئے تین ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں۔شریف حسین دورانِ ملازمت ترقی کی خواہش میں اپنے نام کا کتبہ لکھواتا ہے۔دوسری طرف اس کے بچے زیرِ تعلیم ہوتے ہیں۔ سالانہ تین روپے کی ترقی ملنے سے اسے اپنے بچوں کے تعلیمی اخراجات پورے کرنے میں زیادہ تنگی نہیں آتی ہے۔

''اب اس کا بڑا لڑکا چھٹی میں پڑھتا تھا اور چھوٹا چوتھی میں اور منجھلی لڑکی ماں سے قرآن مجید پڑھتی، سینا پرونا سیکھتی اور گھر کے کام کاج میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔''(۲)

شریف حسین کو عارضی طور پر ایک درجہ اوّل کے کلرک کی جگہ پر تین ماہ کے لیے ترقی بھی دی گئی۔جب شریف حسین نے پنشن پائی تو اس وقت اس کے دو بچے ملازمت پر ہوتے ہیں اور ایک بچہ انٹر میں زیرِ تعلیم ہوتا ہے۔

اس افسانے میں شریف حسین، اس کے بیٹے اور بیٹی اور دیگر دفتری کلرک تعلیمی شعور کے عکاس ہیں۔مصنف نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ ہر فرد میں ترقی کی منازل طے کرنے کی جستجو ضرور ہوتی ہے خواہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو۔

افسانہ ''اندھیرے میں'' مصنف نے سکول اور کالج سطح کے تعلیمی تدبّر کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ اس امر کی طرف بھی واضح اشارہ کیا ہے کہ معاشی تنگ دستی بعض اوقات تعلیم کے حصول کو ترک کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اس افسانے میں مصنف نے آرٹ،ادب اور فنونِ لطیفہ کی اہمیت کو بھی اُجاگر کرنے کی سعی کی ہے۔اس افسانے میں نوجوان انٹرنس پاس کرتا ہے تو گھریلو حالات کے باعث تعلیم چھوڑ کر روزگار کی تلاش کرنے لگتا ہے۔کافی تگ ودو کے بعد ایک نیم سرکاری دفتر میں ملازمت اختیار کر لیتا ہے۔معاشی جبر نوجوانوں کے حصولِ تعلیم کے خواب چکنا چور کر دیتا ہے۔

''اس نے اپنے ماضی پر غور کرنا شروع کیا۔اسے اب سے پانچ برس پہلے کا زمانہ یاد آیا جب وہ اسکول میں پڑھا کرتا تھا۔ان دنوں وہ کتنا خوش نصیب تھا۔علم کو ایک انمول نعمت سمجھ کر اس طرح جذب کر رہا تھا جس طرح ریت پانی کو جذب کر لیتی ہے۔سب استاد اس کے علمی شوق اور اس کی غور وفکر کی عادت کے معترف تھے اور کہا کرتے۔۔۔اگر مطالعہ جاری رکھا تو ایک دن بڑا مفکر بن جائے گا۔مگر اس کے انٹرنس پاس کرنے کی دیر تھی کہ وہ آزادی وہ علمی ولولے خواب وخیال ہو گئے۔اس کے باپ کو عیاشیوں اور بے اعتدالیوں نے قبل از وقت ضعیف کر دیا تھا اور وہ وقت آ پہنچا تھا کہ اسے روزی کمانے کے لیے باپ کی جگہ لینی پڑی۔''(۳)

اس افسانے میں نوجوان اور اساتذہ تعلیمی ادراک کے مظہر ہیں۔ نیز اس افسانے میں سکول، کالج، آرٹ، ادب اورفنونِ لطیفہ کا ذکر بھی تعلیمی تدبّر کا غماز ہے۔مصنف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ذہین طلباء سے نہ صرف والدین کو بلکہ اساتذہ کو بھی بڑا انسان بننے کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔

افسانہ''سیاہ وسفید'' میں عورتوں کی تعلیم اور اُن کے درس وتدریس سے وابستہ ہونے کے رجحان کا اظہار کیا گیا ہے۔مصنف نے درس و تدریس کے ذریعے عورت کے باوقار روزگار کے حصول کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔یہ افسانہ مرد اورعورت دونوں کی تعلیم سے وابستگی کا عکاس ہے۔اس افسانے میں میمونہ لاہور کے ایک قصبے کے زنانہ جی اے وی مڈل اسکول میں استانی ہے۔اس کا باپ بھی ایک مدرس رہ چکا تھا۔اس نے مرنے سے پہلے اپنی بچیوں کو گھر پر ہی تعلیم دے کر درس وتدریس کے ذریعے گزراوقات کے قابل بنا دیا تھا۔جملے ملاحظہ ہوں:

> ''اس کا باپ ایک غریب مدرس تھا جس نے مرنے سے پہلے اپنی بے ماں کی بیٹیوں کو گھر ہی پر پڑھالکھا کر اس قابل کر دیا تھا کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ نوشت وخواند کے ذریعے اپنا پیٹ پال سکیں۔۔۔مرنے سے تھوڑے ہی دن پہلے اس کی پرانی خدمات اوراثر ورسوخ کے طفیل میمونہ کو پینتیس روپے ماہوار پر لاہور کے ایک قصبے کے زنانہ اسکول میں استانی کی جگہ مل گئی۔''(۴)

تعلیم کے ذریعے کردار سازی اور خودانحصاری کے حوالے سے ڈاکٹر محمد احسن لکھتے ہیں:

> ''تعلیم ہمیں نہ صرف روزگار اور ذریعہ؟ معاش مہیا کراتی ہے بلکہ ہماری شخصیت کو بھی سنوارتی اور نکھارتی ہے۔ یہ ہمارے کردار کے خدوخال طے کرتی ہے اور ہمیں مہذب اور بااخلاق بناتی ہے۔ ہماری فکر میں وسعت پیدا کرتی ہے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھاتی ہے۔''(۵)

اس افسانے میں میمونہ، ساجدہ اسکول کی دیگر استانیاں، میمونہ کا مدرس باپ اور مذکورہ دیگر کردار معاشرے میں پائے جانے والی تعلیمی ادراک کے ترجمان ہیں۔یہ افسانہ خط وکتابت کی اہمیت اور اخبار بینی کے شوق کا بھی مظہر ہے۔

افسانہ'' آنندی'' میں پرائمری سکول، ہائی سکول اور کالج کی سطح پر طلبا وطالبات کے تعلیمی اداروں کا قیام، میونسپلٹی کی جانب سے مفت تعلیم اور ہفتہ وار اور ماہانہ وار شائع ہونے والے ادبی، اخلاقی ومعاشرتی و مذہبی، صنعتی اور طبی جرائد و رسائل کا تذکرہ معاشرے میں پائے جانے والے ہر سطح کے تعلیمی ماحول کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔بلدیہ کے اراکین زنان بازاری کو شہر سے باہر نکالنے کا فیصلہ کرتے ہیں کیونکہ لوگوں کے اخلاق کے ساتھ ساتھ درس گاہوں میں تعلیم پانے والوں کا مستقبل بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ بلدیہ کے اراکین میں ایک سابقہ مدرس، ایک اخبار کا اعزازی مدیر اور ایک عمر رسیدہ پنشن یافتہ بھی شامل ہیں۔نئی بستی آخر کار ڈھائی لاکھ افراد پر مشتمل شہر'' آنندی'' میں منتقل ہوگئی۔یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''آبادی ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ ہے۔شہر میں ایک کالج، دو ہائی اسکول، ایک لڑکوں کے لیے، ایک لڑکیوں کے لیے اور آٹھ پرائمری اسکول ہیں جن میں میونسپلٹی کی طرف سے مفت تعلیم دی جاتی ہے۔۔۔شہر سے دو روزانہ تین ہفتہ وار دس ماہانہ رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ان میں چار ادبی، دو اخلاقی و معاشرتی و مذہبی، ایک صنعتی، ایک طبی، ایک زنانہ اور ایک بچوں کا رسالہ ہے۔''(۶)

مصنف نے پسِ پردہ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ ''شہرِ خرابی'' میں بھی بہرحال ایک تعلیمی ماحول کی موجودگی ضروری ہے۔

افسانہ ''اوورکوٹ'' میں ایک خوش پوش نوجوان مال روڈ پر چلتے ہوئے جب بینچ پر بیٹھتا ہے تو اس کے سامنے سے مختلف پیشوں سے وابستہ لوگ گزرتے ہیں جو تعلیمی ماحول کی نمائندگی کرتے ہیں۔ جملے ملاحظہ ہوں:

''نوجوان سیمنٹ کی بینچ پر بیٹھا اپنے سامنے سے گزرتے ہوئے زن و مرد کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر ان کے چہروں سے کہیں زیادہ ان کے لباس پر پڑتی تھی۔ان میں ہر وضع اور ہر قماش کے لوگ تھے۔ بڑے بڑے تاجر، سرکاری افسر، لیڈر، فنکار، کالجوں کے طلباء ؎ و طالبات، نرسیں، اخباروں کے نمائندے، دفتروں کے بابو۔''(۷)

اس افسانے میں نوجوان کا انگریزی الفاظ بولنا، موسیقی کی کتابوں اور تازہ رسالوں کا طائرانہ جائزہ، طلباء ؎ و طالبات، سرکاری افسر، اخباری نمائندے، شعبہ حادثات میں اسسٹنٹ سرجن مسٹر خان، نرسیں مس شہناز اور مس گل کے کردار معاشرے میں پائے جانے والے عمومی اور پیشہ وارانہ تعلیمی شعور کی عکاسی کرتے ہیں۔

افسانہ ''جھنور'' میں مصنف نیز نیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا ہے۔عمومی اور پیشہ وارانہ تعلیم جہاں اعلیٰ عہدہ اور روزگار مہیا کرتی ہے وہاں دینی تعلیم انسان کی اخروی زندگی کو بھی سنوارتی ہے۔ تعلیم ہی انسان کو شعور اور فہم عطا کرتی ہے اور اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے قابل بناتی ہے۔

اس افسانے میں حاجی شفاعت اللہ کی سرکاری ملازمت اور دین کی دعوت و تبلیغ عمومی و مذہبی تعلیمی فکر کی علامت ہے۔انور، بینک کا ملازم، منیر اور بہار کے کردار معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی رجحان کی بھرپور نمائندگی کرتے ہیں۔یہ افسانہ خط و کتاب کی اہمیت اور فنی تعلیم کی افادیت کا بھی مظہر ہے۔

افسانہ ''بامبے والا''، تعلیمی دانش کا مظہر ہے۔اس افسانے میں مختلف فنون، اخبار کے مطالعہ، دفتروں کے پڑھے لکھے افراد اور لڑکیوں کے کالج جانے کے رجحان کی عکاسی کی گئی ہے۔''گلستان کالونی'' کے کوارٹروں میں ڈھائی سو سے ساڑھے چار سو تک تنخواہ پانے والے سرکاری ملازمین رہائش پذیر تھے۔تنخواہ کی اس رینج میں گریڈ پانے والے سرکاری ملازمین کے حوالے سے جملہ ملاحظہ ہو:

''اس گریڈ میں عموماً دفتروں کے سپرنٹنڈنٹ، اسسٹنٹ انچارج، اکاؤنٹنٹ، آڈیٹر، سینئر اسٹینوگرافر، اوورسیئر اور اسی قبیل کے دوسرے ملازمین آتے تھے۔ تھے تو یہ بھی کلرک مگر ذرا نفیس قسم کے۔''(۸)

مصنف سرکاری ملازمین کو ذرا نفیس قسم کے کلرک تصور کرتا ہے۔ غلام عباس کے افسانوں میں لفظ ''کلرک''اوراس کے کردار کے حوالے سے سویا مانے یاسر کہتے ہیں:

''کلرک'' سے مراد یہ ہے کہ وہ پڑھالکھا ہے اوراسے ملازمت بھی مل چکی ہے مگر وہ تنخواہ کی کمی یا ملازمت اور زندگی کے مسائل میں الجھا ہوا ہے۔''(۹)

گلستان کالونی کے سبھی باسی آرٹ، فنون لطیفہ (رقص، موسیقی، مصّوری، بت تراشی وغیرہ) اوراخبار کے مطالعہ کے دلدادہ تھے۔کالونی کے باسیوں کے اشغال اور معمولات کے حوالے سیا قتباس ملاحظہ ہو:

''ایک بات اس کالونی کے سب رہنے والوں میں مشترک تھی اور وہ تھی آرٹ اور فنون لطیفہ کی سرپرستی، ریڈیو سے تو کوئی گھر خالی ہی نہ تھا۔اخبار کا صاحب خانہ بے چینی سے انتظار کرتا۔ جب باری باری اور سب لوگ دیکھ چکتے تو آخر میں گھر کے بڑے بوڑھے کوارٹر کے باہر کرسی یا مونڈھا ڈال بیٹھ جاتے اور اخبار کو عینک کے قریب لالا کر گھنٹوں اس کے مطالعے میں غرق رہتے۔''(۱۰)

یہ افسانہ فنون لطیفہ کی تعلیم، ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور لڑکیوں کے کالج کی سطح پر تعلیم کے رجحان کی نمائندگی کرتا ہے۔مصنف نے بوڑھے لوگوں میں بھی اخبار بینی کی صحت مند سرگرمی کی طرف متوجہ کیا ہے۔

افسانہ ''سایہ'' پیشہ وارانہ اور عمومی تعلیمی فکر کا غماز ہے۔افسانے میں سکول اور کالج سطح کے تعلیمی رجحان کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ افسانہ نہ صرف تعلیم مرداں بلکہ تعلیم نسواں کی اہمیت کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔مصنف نے قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے روّیے کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔اس افسانے میں ایک وکیل صاحب کچہری میں کام کرتے ہیں ان کے دو صاحبزادے افضل اور اس کا بڑا بھائی علی الصباح سکول جاتے ہیں۔ پھران کی تین صاحبزادیاں تانگے میں بیٹھ کر اسکول جاتی ہیں۔ان سب کے بعد وکیل صاحب کے دو بڑے صاحبزادے مختار اور شمشاد کالج جاتے ہیں جو آپس میں دورانِ گفتگو بحث ومباحثہ بھی کرتے رہتے ہیں اور افلاطون، ارسطو اور پروفیسر کے بارے میں بھی گفتگو کرتے ہیں۔ گفتگو کا انداز ملاحظہ ہو:

''شمی تمہاری عقل کو کیا ہوگیا ہے بھلا افلاطون۔۔۔''

''لیکن بھائی جان آپ بھی تو ذرا غور فرمایئے کہ ارسطو۔۔۔''

''شمی میں کہتا ہوں کہ تم کیسی بچوں کی سی باتیں کررہے ہو۔مانا کہ۔۔۔''

''وہ تو صحیح ہے لیکن بھائی جان ان دلائل کی روشنی میں۔۔۔''

''یہ سراسر ہٹ ہے تمہاری شمی۔''

''بھائی جان لیکن پروفیسر صاحب.....''(۱۱)

اس افسانے میں وکیل صاحب، ڈاکٹرز، وکیل صاحب کی بیٹیاں اور بیٹے مختار اور شمشاد، دوست ریاض اور صغیر احمد تعلیمی دانش کے نمائندے ہیں۔ یہ افسانہ عمومی، طب اور وکالت کے پیشہ وارانہ تعلیمی تدبّر کا بھی عکاس ہے۔ نیز طلبا میں علمی مباحث، تبادلہ؟ خیال اور فلسفہ سے شناسائی کی جھلک بھی پیش کی گئی ہے۔

افسانہ ''سرخ جلوس'' عورت اور مرد کے لکھنے پڑھنے کے انداز آشکار کرتا ہے نیز ذرائع ابلاغ، سیاحت، فنِ ترجمہ اور فنون لطیفہ کے تعلیمی ادراک کا بھی عکاس ہے۔ یہ افسانہ رسائل و جرائد کی اہمیت کو بھی اُجاگر کرتا ہے۔ واحد متکلم بتاتا ہے:

> ''یہ اُن دنوں کا قصہ ہے جب میں نے ''نو بہار'' کے چیف ایڈیٹر سے ایک معمولی سا اختلاف ہو جانے پر جوانی کے جوش میں استعفادے دیا تھا اور پھر رفتہ رفتہ فکر معاش نے مجھے ''ستارہ مشرق'' میں ملازمت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔''(۱۲)

اس افسانے میں تحریک آزادی، تحریک عدم تعاون اور ستیہ گرہ کا بھی طائرانہ ذکر آیا ہے۔ جبکہ واحد متکلم، ریاض اور مس گلبرٹ ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور تعلیمی تدبّر کی نمائندگی کرتے ہیں۔ یہ افسانہ سیاسی اور تعلیمی شعور کا بھی اشارہ دیتا ہے۔

افسانہ ''تنکے کا سہارا'' مختلف جہتوں سے معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی شعور کا ترجمان ہے۔ مصنف نے معاشی تنگدستی کے باوجود والدین اور لڑکے لڑکیوں میں حصولِ تعلیم کے ذوق کو اُجاگر کیا ہے۔ اس افسانے میں جہاں لڑکوں کے لیے سکول اور کالج سطح کے تعلیمی ادراک کا اظہار کیا گیا ہے وہاں لڑکیوں کے لیے قرآن کی تعلیم اور دست کاری کی تعلیم و تربیت کی اہمیت کو بھی بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ اس افسانے میں حاجی صاحب ہیڈ کلرک کی حیثیت سے ریٹائر ہو کر پنشن پاتے ہیں۔ حاجی صاحب کا ایک بیٹا الطاف بی۔اے میں پڑھتا ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''حاجی صاحب کا بیٹا جو بی اے میں پڑھتا تھا۔ علانیہ صغریٰ سے اپنے عشق کا اظہار کرنے لگا اس نے اپنے ''عشق جنوں پرور'' کے بارے میں ایک نظم بھی ایک ادبی رسالے میں چھپوائی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محلے کی عورتوں نے سید کی بیوہ پر دباؤ ڈال کر حاجی صاحب کے ہاں صغریٰ کبریٰ کا آنا جانا بند کرا دیا۔ رہی لڑکیوں کی تعلیم تو یہ کام محلے کے مسجد امام صاحب کے سپرد کر دیا گیا......امام صاحب صبح کی نماز کے بعد بیوہ سیدانی کے گھر آ جاتے اور دو گھنٹے تک لڑکیوں کو

قرآن شریف کے ساتھ ساتھ اُردو فارسی بھی پڑھاتے۔'' (۱۳)

مسلم سجاد خاص طور پر عورت کی تعلیم کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''کوئی باشندہ تعلیم سے محروم نہ رہے اور عورتوں کی تعلیم اس لحاظ سے خصوصی اہمیت رکھتی ہے کہ ایک عورت کی تعلیم کا ثمر پورے خاندان کو ملتا ہے۔ عورتوں کو تعلیم دینے سے ان میں ان فرائض و حقوق کا شعور پیدا ہوگا۔ جو خدااوراس کے رسول نے ان کو دیئے ہیں اور ان میں یہ حوصلہ بھی پیدا ہوگا کہ اگر یہ حقوق ان کو نہ دیئے جا رہے ہوں (جیسا کہ اس وقت صورتِ حال ہے) تو وہ انہیں حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کریں۔'' (۱۴)

اس افسانے کے سبھی کردار حاجی صاحب اوران کے بیٹے الطاف اور دیگر، میر صاحب کے بیٹے فرزند علی اور حشمت علی اور بیٹیاں کبریٰ اور صغریٰ، فتح محمد انجینئر اور امام مسجد قاری نور الہدیٰ اپنی اپنی حیثیت میں معاشرے میں پائے جانے والے عمومی و پیشہ وارانہ اور دینی تعلیمی تدبر کے نمائندے ہیں۔ یہ افسانہ شاعری کی تخلیقی صلاحیت، رسائل وجرائد کی اہمیت اور اُردو فارسی زبان سیکھنے کے رجحان کا بھی غماز ہے۔

افسانہ ''تتلی بائی'' میں سکول کی تعلیم اور درس وتدریس کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ افسانہ والدین کی بچوں کی تعلیم کے حوالے سے دلچسپی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ مصنف نے بچے کے کسی سبب سے تعلیم میں عدم دلچسپی کے رجحان، تدریسی طریقہ کار اور استاد کے جزاوسزا دینے کے عمل کی طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ اس افسانے میں واحد متکلم کو اس کے والد لکھنے پڑھنے کے لیے ایک الگ کمرا دیتے ہیں۔ واحد متکلم بیان کرتا ہے:

''خاص کر اتوار کو جب سکول سے مجھے چھٹی ہوتی تو میں اسکول کے کام کے بہانے سارے دن اپنے کمرے میں پڑا رہتا اور اس کو مختلف کیفیتوں میں دیکھا کرتا۔ اور جب مجھے طوعاً کرہاً اسکول جانا پڑتا تو وہاں بھی میرا وقت اسی کے خیال میں کٹتا۔ کئی بار میری بے خیالی اور سبق سے عدم توجہی پر استاد میری سرزنش کر چکے تھے۔ چنانچہ مجھ کو بڑی کوشش کے ساتھ اپنا دھیان کتاب کی طرف لگانا پڑتا۔ مگر جیسے ہی اسکول سے چھٹی ہوتی، بھاگا ہوا گھر پہنچتا۔ اور سب سے پہلے اپنے کمرے میں پہنچ کے اپنی محبوبہ پر ایک نظر ڈالتا۔'' (۱۵)

واحد متکلم کہتا ہے کہ ماں باپ میری حالت دیکھ کر ایک حکیم صاحب کے پاس لے جاتے ہیں۔ حکیم کہتا ہے کہ لڑکا پڑھائی کرنے میں سخت محنت کرتا ہے اس لیے اُسے خشکی ہوگئی ہے۔ دوسری طرف اسکول میں یہ حالت ہوتی ہے کہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ استاد نے کیا پڑھایا ہے اور نتیجتاً سزا ملتی ہے۔

تتلی بائی کے چلے جانے کے دس سال بعد واحد متکلم اپنی تعلیم مکمل کرتا ہے اور اپنے والد کے کاروبار میں

معاونت کرتا ہے۔اسی اثنا میں پھر والد کے ایک عزیز دوست کی قبول صورت بیٹی سے شادی طے پاتی ہے۔ وہ لڑکی بھی پڑھی لکھی ہوتی ہے۔اس افسانے میں مصنف طلبا کی تعلیم میں عدم توجہ کے اسباب،سکول کے تعلیمی ماحول اور اساتذہ کے غیر مشفقانہ روّیے کی بھی عکاسی کرتا ہے۔ مصنف کا بذاتِ خود تعلیم یافتہ ہونا اور بیوی کا پڑھا لکھا ہونا معاشرے میں مرد و زن کے یکساں تعلیمی ادراک کی نمائندگی کرتا ہے۔

افسانہ ''ایک درد مند دل'' جہاں یونیورسٹی کی سطح پر تعلیمی فہم کی عکاسی کرتا ہے وہاں یہ افسانہ اس بنیادی مسئلے کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے کہ بچے کی تعلیم کے لیے اس کی دلچسپی، رجحان اور طبعی میلان کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ والدین یا اساتذہ کو بچے پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنی چاہیے بصورت دیگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ افسانہ تعلیمی نفسیات کی بہترین ترجمانی کرتا ہے۔اس افسانے میں تعلیم کے ذریعے اقتدار کا حصول، روزگار کے لیے تعلیم اور تجربے کی اہمیت،سرکاری نوکری اور پبلک سروس کمیشن کے معیار کی اہمیت، ذرائع ابلاغ اور فنونِ لطیفہ کی اہمیت اور فرد کی اپنی قدرتی اور فنی استعداد کے مطابق کامیابی کے حصول کو انتہائی خوبصورتی سے اُجاگر کیا گیا ہے۔

اس افسانے کا مرکزی کردار فضل تعلیمی دانش کا مظہر ہے۔ یہ افسانہ روزگار کے لیے تعلیمی اہمیت، ذرائع ابلاغ اور فنونِ لطیفہ کی تعلیم کے رجحان کو خوبصورتی سے اُجاگر کرتا ہے۔مصنف اخبارات میں شائع ہونے والا اشتہارات کی اہمیت سے بھی روشناس کراتا ہے۔مصنف نے اس تلخ حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ قابلیت اور رجحان کے مطابق جب ملازمت نہیں ملتی تو مجبوراً کوئی چھوٹی موٹی ملازمت اختیار کرنا پڑتی ہے یا شعبہ ہی تبدیل کرنا پڑ جاتا ہے۔

افسانہ ''کن رس'' مرد اور عورت دونوں کے تعلیمی ادراک کا غماز ہے۔افسانے میں درس و تدریس کی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ مصنف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ غربت کے باوجود لوگ اسکول اور کالج کی سطح پر اعلیٰ تعلیم کے حصول کا ذوق رکھتے ہیں اور تعلیم کے ذریعے ہی اچھے روزگار کے خواہاں ہوتے ہیں۔افسانے میں فن موسیقی اور رقص کی تعلیم کے رجحان کی نشاندہی کی گئی ہے۔مصنف نے اس بات کی بھی عکاسی کی ہے کہ معاشی تنگ دستی تعلیم کو ترک کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔نیز موسیقی اور رقص کی تعلیم و تربیت کو ابھی بھی معاشرہ اخلاقی طور پر قبول نہیں کرتا ہے۔اس افسانے میں فیاض کا باپ ایک غریب وثیقہ نویس ہے۔فیاض اسکول میں زیرِ تعلیم ہے۔

> ''فیاض نے اسکول کی تعلیم ختم کی تو باپ نے تنگ دستی کے باوجود اسے کالج میں داخل کرا دیا، اس کا خیال تھا کہ لڑکا جتنی زیادہ تعلیم حاصل کرے گا اتنی ہی اچھی اسے نوکری مل جائے گی۔کالج میں فیاض نے خود کو زیادہ آزاد محسوس کیا۔سب سے بڑی بات یہ تھی کہ باپ کی نظروں سے اوجھل رہ کر اسے کالج کی ''بزمِ موسیقی'' میں اپنے ذوق کی تسکین کا سامان نظر آنے لگا تھا۔''(۱۶)

ڈاکٹر وحید قریشی تعلیم اور ملازمت کے حوالے سے کہتے ہیں:

''ہمارے ہاں تعلیم کا مقصد بھی بالعموم حصول ملازمت ہی ہے۔یہ مقصد صحیح نہیں ہے، کیونکہ تعلیم تو انسان کوانسان بناتی ہے۔ہم نے تعلیم کو وسیلہ ملازمت بنا رکھا ہے۔''(۱۷)

اس افسانے میں فیاض، فیاض کا باپ، فیاض کی بیٹیاں نجمہ اور سلیمہ تعلیمی دانائی کے عکاس ہیں۔حیدری خاں فنِ موسیقی اور رقص کی تعلیم کا نمائندہ ہے۔مصنف نے اس بات کا بھی اظہار کیا ہے کہ والدین اولاد کو تعلیم دلوا کر اس کی ترقی اور اچھے روزگار کے خواہاں ہوتے ہیں۔افسانے میں ٹیوشن پڑھنے پڑھانے کے رجحان کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

افسانہ ''جوار بھاٹا'' میں تعلیمی فکر اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔اس افسانے میں مصنف نے تعلیم کے ذریعے عروج اور تعلیم سے غفلت کے باعث زوال کا شکار ہو جانے کے سفر کی بڑی خوبصورت ترجمانی کی ہے۔ یہ افسانہ پرائمری سے لے کر کالج سطح کے تعلیمی ادراک کا ترجمان ہے۔افسانے میں پیشہ وارانہ تعلیم کے مختلف پہلوؤں کو بیان کر کے تعلیمی ضرورت کو بخوبی واضح کیا گیا ہے اور علم وحکمت کی تعلیم، وکالت اور ڈاکٹری کی پیشہ وارانہ تعلیم، محکمہ پولیس اور نظام عدل میں تعلیم کی بنا پر اعلیٰ عہدوں پر تعیناتی، شاعری اور فنِ موسیقی کی تعلیم وتربیت کے رجحان کی بھرپور نمائندگی کی گئی ہے۔

یہ افسانہ تعلیمی بصیرت کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔اس افسانے میں مصنف نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ تعلیم کی بنا پر انسان اعلیٰ مقام، روزگار اور معاشرے میں باعزت مقام حاصل کر سکتا ہے۔بصورتِ دیگر تعلیم سے غفلت کے سبب کوئی بھی فرد زوال اور پستی کا شکار ہو سکتا ہے۔تعلیم کی بدولت ہی خاندان قدرو منزلت حاصل کرتا ہے۔ مذکورہ افسانہ صحیح معنوں میں تعلیمی بصیرت اور اس کی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔

افسانہ ''بحران'' میں کالج سطح کی تعلیمی فکر کے ساتھ ساتھ ڈاکٹری، وکالت اور دفتری تعلیمی ادراک کی ترجمانی کی گئی ہے۔مصنف نے درس وتدریس سے وابستہ افراد کے علاوہ دیگر شعبہ ہائے زندگی کے مالی بحران اور مشکلات کو بھی اُجاگر کیا ہے۔نیز یہ بھی بیان کیا ہے کہ مالی وسائل کی کمی اور مقروض ہونے سے تدریس کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔اس افسانے میں سہیل کالج میں فلسفہ کے استاد ہیں۔

پروفیسر سہیل کے علاوہ پرنسپل، پروفیسر، لیکچرار، ڈاکٹر، وکیل، اسسٹنٹ ڈائریکٹر چپراسی کا چھوٹا بیٹا، فوجی افسر اور ہیڈ کلرک مختلف شعبہ جات میں پائے جانے والے تعلیمی تدبّر کے نمائندے ہیں۔افسانے میں اخبارات کی معاشرتی زندگی میں اہمیت کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔مصنف نے اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ درس وتدریس کے علاوہ دیگر بڑے شعبوں میں زیادہ ا? مدنی ہے اس لیے لوگ با ا? سانی اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکتے ہیں جبکہ ایک استاد کو گونا گوں مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

افسانہ ''فرار'' میں گریجوایٹ سطح تک پائے جانے والے تعلیمی فہم کی بخوبی عکاسی کی گئی ہے۔مصنف نے

یہ بھی واضح کیا ہے کہ اکثر طلبہ جو کند ذہن ہیں یا محنت سے جی چراتے ہیں اگر وہ مصمّم ارادہ کرلیں اور محنت کریں تو تعلیمی میدان میں آگے نکل سکتے ہیں۔بس ان کو لگن اور جذبہ بیدار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔مصنف بیان کرتا ہے کہ سرفراز ماموں انتہائی کاہلی اور محنت سے جی چرانے کے باعث میٹرک بھی نہیں کر پاتے ہیں جبکہ ان کے دو بڑے بھائی گریجوایٹ ہوجاتے ہیں اوراعلیٰ عہدوں پر پہنچ جاتے ہیں۔جب سرفراز کو نواب ظہیرالدولہ کی بیٹی پسند آتی ہے تو نواب صاحب شادی کے لیے جوشرائط لگاتے ہیں ان میں ایک شرط گریجوایٹ ہونے کی بھی ہوتی ہے۔

> ''اتفاق سے آئندہ میٹرک کے امتحان میں صرف تین ہی مہینے تھے،انہوں نے پرائیویٹ طور پر امتحان دیااوراچھے نمبروں سے پاس ہوگئے۔ان کے بعدانہوں نے فارسی کے ایک اعلیٰ امتحان کی تیاری شروع کردی،جس کو پاس کرنے کے بعدوہ ایف اےاور بی اے کے صرف انگریزی کے امتحان دے کر بی۔اے کی ڈگری حاصل کرسکتے تھے۔اگلے دو سال میں انہوں نے فارسی اور ایف۔اے انگریزی کے امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کرلیے۔۔۔بی۔اے کے امتحان کے دن قریب آگئے۔سرفراز ماموں دن رات مطالعہ میں مصروف ہوگئے اورامتحان دیاتو کامیاب رہے اس طرح وہ صرف تین سال کے عرصے میں گریجوایٹ بن گئے۔''(۱۸)

اس افسانے میں سرفراز اوران کے دو بڑے بھائی معاشرے میں پائی جانے والی تعلیمی دانش کے مظہر ہیں۔افسانے میں اس احساس کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ اگرکوئی شخص اپنے مقصد کاتعین کرلےتو اس میں پڑھنے لکھنے اورا؟گے بڑھنے کا جذبہ اور بڑھ جاتا ہے۔

افسانہ ''بندر والا'' والدین میں اولاد کے بارے میں پائے جانے والے تعلیمی و تربیتی ذوق وشوق کا ترجمان ہے۔افسانے میں شعروادب سے لگن کو بھی واضح کیا گیا ہے۔والدین کا بچے کےسکول میں داخلے سے قبل اسے بنیادی تعلیم دیناوالدین کے تعلیمی تدبّر کا غماز ہے۔اس افسانے میں مسٹرشاہ دفتر میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہوتے ہیں۔مصنف کوشعروادب سے لگاؤ ہے۔مسٹرشاہ کا بیٹا مانی ابھی سکول نہیں جاتا مگر بہت ذہین ہے۔مصنف نے جب پوچھاہے کہ کیا بچہ کسی نرسری اسکول جاتاہےتو مسٹرشاہ کہتے ہیں:

> ''میں خود ہی گھر پراس کو پڑھاتا ہوں۔یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔میں چاہتا ہوں کہ شروع ہی سے اسے پڑھنے کا شوق پیدا ہوجائے۔مانی بیٹے،ذراانکل کواے بی سی تو سناؤ۔۔۔اب کےاس نے بغیر شرمائے اے سے لےکر زیڈ تک پوری اے بی سی فرفر سنادی۔۔۔اس کے بعد پہاڑوں کی باری آئی۔لڑکے نے یہ مرحلہ بھی طے کرلیا۔پھرامی کی فرمائش پرانگریزی کی ایک مشہور نرسری رائم بھی گاکرسنادی۔''(۱۹)

مسٹر شاہ سکول جانے سے پہلے بچے کو لائق اور قابل بنانے کے خواہش مند ہیں۔اس لیے اسے غالب سمیت اُردو کے مشہور اشعار بھی یاد کرواتے ہیں۔اس افسانے میں مسٹر شاہ اور مصنف عمومی اور ادبی تعلیمی رجحان کے نمائندے ہیں جبکہ مانی بچوں کے حوالے سے معاشرے میں پائے جانے والے تعلیمی ادراک کا ترجمان ہے۔مصنف نے اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

افسانہ''روحی''مرد اور عورت دونوں کے تعلیمی تدبّر کا غماز ہے۔افسانے میں خط و کتابت کی اہمیت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔مصنف نے مخلوط تعلیم اور درس و تدریس کے رجحان کی بھی منظر کشی کی ہے۔یہ افسانہ مغربی ادب سے شغف کا بھی عکاس ہے۔اس افسانے میں مصنف کا کالج کا ہم جماعت پہلے روم؟ سے اور پھر ہونولولو سے خط لکھتا ہے اور جوابی خط میں مصنف کو بھی اپنے احوال لکھنے کا کہتا ہے۔مصنف جوابی خط لکھتا ہے۔

''تم کو کیا معلوم کہ عورت کے سواد نیا میں اور بھی کئی دل کو لبھا دینے والی چیزیں ہیں۔جن سے روح کو تسکین اور دماغ کو فرحت ملتی ہے۔شاعری کون ہے کہ میر، غالب، حافظ، عمر خیام، کیٹس، شیلی کے نغمات سن کر اس کے سازِ دل کے تار جھنجھنا نہ اُٹھیں۔یہی حال مصوری، موسیقی اور دوسرے فنونِ لطیفہ کا ہے۔''(۲۰)

افسانے میں روحی ایک اسکول ٹیچر ہے۔مصنف نے گھر کے ایک بیڈ روم کو لائبریری بنایا ہوا تھا۔روحی بھی وہاں سے مختلف کتابوں کا مطالعہ کرنے لگی۔روحی کو فرانسیسی ادب اور انگریزی شاعری سے گہری دلچسپی ہوتی ہے۔اس نے کالج میں فرانسیسی کا مضمون پڑھا ہوا تھا۔اسے فلا بیئر کا''مادام بواری''بہت پسند ہوتا ہے۔مصنف روحی کو اپنی لائبریری میں فرانسیسی اور روسی ادب کی کتابوں کا یوں تعارف کرواتا ہے۔

''میرے کتب خانے میں فلا بیئر کی قریب قریب تمام کتابیں موجود ہیں۔علاوہ ازیں بالزاک، زولا، وکٹر ہیوگو، موپاساں کی بھی متعدد کتابیں ہیں۔روسی مصنفین میں آپ کو تر گنیف، ٹالسٹائی، دوستوفسکی، چیخوف اور گورکی کی کتابیں ملیں گی۔''(۲۱)

روحی مصنف کے ساتھ مطالعہ کے بعد پیدا ہونے والے سوالات کو زیرِ بحث بھی لاتی ہے۔خاص طور پر دوستوفسکی کے ناول''احمق''کے بارے میں بات کرتی ہے اور اس ناول کے کردار پرنس مِشن کِن کے بارے میں بات چیت کرتی ہے۔آخر روحی مصنف سے شادی کر لیتی ہے۔اس افسانے میں مصنف اور بیرون ملک مقیم اس کا دوست، سلیمہ، سلیمہ کا شوہر، روحی اور بڑی استانی تعلیمی بصیرت کے ترجمان ہیں۔روحی کا فرانسیسی، انگریزی اور روسی ادب کا مطالعہ اساتذہ میں وسیع مطالعہ کے رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔افسانے میں طب کی پیشہ وارانہ تعلیم، درس و تدریس، مخلوط تعلیم کے اثرات اور ادبی شغف کی بخوبی عکاسی کی گئی ہے۔نیز ڈائری لکھنا اور گھر میں لائبریری کا قیام اور مطالعہ تعلیمی بصیرت کا بھرپور اظہار ہے۔

غلام عباس کے چند دیگر افسانوں میں بھی ایسے کردار پیش کیے گئے ہیں جو تعلیم یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً اکاؤنٹنٹ ملک صاحب، وثیقہ نویس، داروغہ صاحب، تھانیدار اور سپاہی (جواری)، اکبر اور تین ہم جماعت، ماسٹر (ہمسائے)، منیم چیلا رام اور سیٹھ کا منجھلا بیٹا (چکر)، نوجوان اور اس کی بیوی (سمجھوتہ)، منشی (ہیئر کٹنگ سیلون)، چودھری شمس الدین، حاجی شفاعت احمد، قاری غوث محمد، غضنفر علی شاہ، شیخ تراب علی چشتی، تحسین علی، الیاس ہارون، میاں رکن الدین، سردار شکوہ، جمشید جاہ، صوفی بیدار بخت، صاحبزادہ نسیم، ابوالخیال (جوار بھاٹا) وغیرہ۔

غلام عباس کے افسانوں میں سکول، کالج اور یونیورسٹی سطح کے تعلیمی تدبّر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کے افسانوں میں مرد اور عورت دونوں کے تعلیمی ادراک کی عکاسی ہوتی ہے۔ وہ عمومی، فنی، پیشہ وارانہ اور دینی تعلیم کے علاوہ مخلوط تعلیم کے رجحان کی طرف بھی متوجہ کرتے ہیں۔ ان کے افسانے حصولِ تعلیم میں پیش ا؟ نے والے معاشی مسائل ومشکلات کو بھی بیان کرتے ہیں اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد نہ صرف روزگار، عہدے اور خاندانی عروج کی تصویر کشی کرتے ہیں بلکہ انسانی سوچ، کردار، افعال اور رویّوں میں تبدیلی کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں تعلیمی دانش، درس وتدریس سے وابستگی، تعلیمی ماحول، فنونِ لطیفہ، رسائل وجرائد کی اشاعت، اخبار بینی، خط و کتابت، فنِ ترجمہ، ڈائری لکھنے، لائبریری کے شغف اور ادبی ذوق کا بھی اظہار ملتا ہے۔

## حواشی


۱۔ خورشید احمد، پروفیسر، نظام تعلیم (نظریہ روایت۔ مسائل)، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۳ء)، ص:۱۶

۲۔ غلام عباس، کتبہ، مشمولہ: آنندی، (لاہور: مکتبہ جدید، باردوم، ۱۹۵۵ء)، ص:۱۶

۳۔ غلام عباس، اندھیرے میں، مشمولہ: آنندی، ص:۱۸۳

۴۔ غلام عباس، سیاہ وسفید، مشمولہ: آنندی، ص:۲۰۸

۵۔ محمد احسن، ڈاکٹر، فاصلاتی نظامِ تعلیم: اہمیت و افادیت، مشمولہ: اُردو کا فاصلاتی نظام تعلیم، مرتبہ: ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن صدیقی، (دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۲۰۱۳ء)، ص:۲۲

۶۔ غلام عباس، آنندی، مشمولہ: آنندی، (لاہور: مکتبہ جدید، باردوم، ۱۹۵۵ء)، ص:۲۵۴

۷۔ غلام عباس، اوورکوٹ، مشمولہ: جاڑے کی چاندنی، (لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۲۰۱۴ء)، ص:۱۳

۸۔ غلام عباس، بامبے والا، مشمولہ: جاڑے کی چاندنی، ص:۴۶

۹۔ سویامانے یاسر، غلام عباس: سوانح وفن کا تحقیقی جائزہ، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص:۲۱۴

۱۰۔ غلام عباس، بامبے والا، مشمولہ: جاڑے کی چاندنی، ص:۴۷

۱۱۔ غلام عباس،سایہ،مشمولہ: جاڑے کی چاندنی،ص:۶۱۔۶۲
۱۲۔ غلام عباس،سرخ جلوس،مشمولہ: جاڑے کی چاندنی،ص:۷۰
۱۳۔ غلام عباس، تنکے کا سہارا،مشمولہ: جاڑے کی چاندنی،ص:۱۱۹
۱۴۔ مسلم سجاد،اسلامی ریاست میں نظام تعلیم، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،طبع سوم، ۱۹۹۶ء)،ص:۱۸۰
۱۵۔ غلام عباس، تِتلی بائی،مشمولہ: جاڑے کی چاندنی،ص:۱۲۵
۱۶۔ غلام عباس،کن رس،مشمولہ: کن رس،(لاہور: المثال،طبع اوّل،۱۹۶۹ء)،ص:۲
۱۷۔ وحید قریشی،ڈاکٹر،تعلیم کے بنیادی مباحث،(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء)، ص:۱۹۵
۱۸۔ غلام عباس،فرار،مشمولہ: کن رس،ص:۱۰۴۔۱۰۵
۱۹۔ غلام عباس، بندروالا،مشمولہ: زندگی نقاب چہرے،(کراچی: دانیال، بار ششم،۲۰۰۰ء)،ص:۴۴۲
۲۰۔ غلام عباس، روحی،مشمولہ: زندگی نقاب چہرے،ص:۴۴۸
۲۱۔ ایضاً،ص:۴۵۴